سندھ یونیورسٹی جامشورو کے اساتذہ کی اردو خدمات (قیام سے ۱۹۷۰ء تک)

تسنیم فاطمہ *

ڈاکٹر محمد یوسف خشک **

Abstract:

Universities are the hubs of research and creative works besides serving as the centers of learning. University learning, unlike of schools and colleges is not centered and focused on class room practices alone. The real purpose of higher education is to sharpen the intellect of scholars through research and creative teachers is an undeniable asset for a nation. Their literary, creative and research treatises serve as a torch and beacon of light for new generation. The present study highlights, investigates and acknowledges the contribution of teachers at university of Sindh in the field of Urdu from establishment of the university till 1970.

اگر ہم باقاعدہ ادب شناس لوگوں کو تلاش کریں گے تو ہمیں جامعات کا رخ کرنا پڑے گا کیونکہ جامعات میں تدریس تو ہوتی ہی ہے لیکن تحقیق کے ذریعے ملک اور قوم کی خدمت بھی ہوتی ہے۔ درحقیقت تدریس، تحقیق اور خدمت ایک تکون بناتے ہیں، جو خاص طور جامعات کے مقاصد کے اصلی روپ اور حیثیت کو ظاہر کرتا ہے، تحقیق سے تدریس کی اور خدمت سے تدریس اور تحقیق دونوں کی بہتری ہوتی ہے، تحقیق اور خدمت ہی سے جامعات اپنی انفرادی اہمیت منوا سکتی ہیں، ان تین پہلوؤں میں مطابقت، موافقت اور ہم آہنگی ضروری ہے، تاکہ جامعات اپنے مقاصد کو علمی جامہ پہنا سکیں، اور ایک قابل معلم ہی وہ تکون ہے جو تدریس، تحقیق اور خدمت پر نہ صرف یقین رکھتا ہے بلکہ اس پر عمل پیرا ہو کے علم کی آبیاری کرتا ہے۔ استاد حقیقت میں قوم کے محافظ ہیں، کیونکہ آئندہ نسلوں کو

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیرپور سندھ۔

** ڈین، کلیہ فنون والسنہ، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیرپور سندھ۔

سنوارنا اوران کو ملک کی خدمت کے قابل بنانا ان ہی کی قدرت میں ہے،سب محنتوں سے اعلٰی درجہ کی محنت اور سب کارگزاریوں سے زیادہ بیش قیمت کارگزاری ملک کے اساتذہ کی کارگزاری ہے۔ اگر ہم درسگاہوں سے وابستہ شخصیات کی اردو ادب کے حوالے سے ان کی محنت اور کارگزاری پر نظر ڈالیں تو سب سے پہلے فورٹ ولیم کالج کے انشا پرزادوں کو خراج تحسین دینا پڑیگا جنہوں نے اردو ادب کی بنیاد کو مستحکم کیا، جن میں میر امن، حیدر بخش حیدری، بہادر حسینی، حفیظ الدین احمد، شیر علی افسوس، نہال چند لاہوری، اکرم علی، بنی نرائن، ڈاکٹر گل کرسٹ شامل ہیں(۱)۔کالج کے مشہور کتب میں باغ و بہار، گنج خوبی، طوطا کہانی، آرائش محفل، گلزار دانش، نثر بے نظیر، اخلاق ہندی، خرد افروز، باغ اردو، مذہب عشق، تذکرہ گلشن ہند، ترجمہ قرآن مجید، ترجمہ انجیل شامل ہیں۔اس کے علاوہ صرف ونحو وقواعد وضوابط کی کتب اور دیگر اردو تراجم بھی شامل ہیں،اس کالج کی نثری خدمات میں اہم ترین کارنامہ نثر کی پیچیدہ گوئی سے آزادی ہے، جس کی وجہ سے سادہ و سلیس زبان کو فروغ حاصل ہوا۔فورٹ ولیم کالج کے بعد جس کالج کا نام آتا ہے، وہ دلی کالج ہے یہ وہ نام ہے جس کے بارے میں بابائے اردو مولوی عبدالحق لکھتے ہیں:

''ہم اپنی زبان کو اس وقت جو ترقی یافتہ صورت میں دیکھتے ہیں تو اس پر بلاوسطہ اور بلواسطہ (دلی کالج) تحریک کا بہت کچھ اثر ہے''۔(۲)

اس کالج سے جن طلبہ نے تعلیم وتربیت حاصل کی اُن میں اردو ادب کے نامور ادیب شامل ہیں جن میں اہم نام مولوی نذیر احمد، محمد حسین آزاد، پنڈت موتی لعل، میر ناصر علی، مولوی کریم الدین احمد، پنڈت من بھول، مولوی ذکا اللہ، ماسٹر پیارے لاال، ڈاکٹر ضیاء الدین وغیرہ شامل ہیں(۳)۔اس کالج کے اساتذہ میں چند اہم نام مسٹر ٹیلر، فلیکس بوترو، مولوی سبحان، امام بخش صہبائی، مولوی مملوک شامل ہیں اوراس ادارے کی اہم تصانیف میں تاریخ اسلام، تاریخ ہند، تاریخ اسیران، تاریخ یونان، تاریخ خاندان مغلیہ، تاریخ کشمیر، سوانح رنجیت سنگھ، تاریخ میسور وغیرہ لکھی گئیں۔اس کے علاوہ قصہ چہار درویش، تذکرہ شعرِ ہند، جامع الحکایات، تاج الملوک وبکاؤلی، سودا، درد، میر اور جرأت کے دواویں اور انتخاب مرتب کیے گئے۔اردو لغت اور قواعد کی کتب میں محاورات اور صرف ونحو کی کتابیں شایع ہوئیں۔اس کالج میں جو کتب ترجمہ ہوئیں ان کے لیے وضع کردہ اصول اتنے جامع اور مکمل تھے کہ اس ادبی سرمایہ کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کرلیا گیا۔اس کے علاوہ کالج سے دو رسالے بھی جاری کیے گئے جن میں ایک ہفتہ وار علمی وادبی رسالہ (قرآن السعدین) اور دوسرا ایک ماہ نامہ تھا جو ماسٹر رام چندر کی کوششوں سے جاری ہوا وہ (محبّ ہند) کے نام سے شایع ہوتا رہا اس رسالے کا پہلے نام (خیر خواہ ہند) تھا جسے بعد میں تبدیل کیا گیا،اس رسالے میں طبیعات، ہیت اور اخلاقیات کے متعلق مضامیں شایع ہوتے رہے

ان دونوں اداروں کے علاوہ سائنٹفک سوسائٹی، ۱۸۷۷ء میں علی گڑھ کالج کی خدمات اور عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن کی خدمات قابل دید ہیں، پھر ۱۹۰۳ء میں (انجمن ترقی اردو) کا قیام ہوا(۴)۔جس نے اردو ادب

میں جو خدمات دیں وہ سلسلہ جاری ہے اس کے علاوہ ۱۹۱۴ء میں ادارہ (دارالمصنفین) اعظم گڑھ قائم ہوا، اس ادارے سے مخصوص مدت میں تقریبا دوسو کتب شایع ہوئیں جو کہ مختلف موضوعات پر مشتمل تھیں۔ان اداروں کے علاوہ انجمن پنجاب نے بھی اردو ادب کے فروغ میں نا قابل فراموش کردار ادا کیا۔

قیام پاکستان سے پہلے اردو ادب کے فروغ میں جو کردار فورٹ ولیم کالج اور دلی کالج کے اساتذہ نے ادا کیا، وہ ہی کردار قیام پاکستان کے بعد سندھ میں جامعہ کراچی اور جامعہ سندھ کے اساتذہ نے ادا کیا، اس مقالے میں صرف چند اساتذہ کرام کا ذکر کیا گیا ہے جو خود اپنی ذات میں ایک ادارے کی حیثیت رکھتے تھے۔حالانکہ یہ کوشش ان کی علمی وادبی خدمات کو رقم کرنے کے لیے نا کافی ہے۔کیونکہ ان کی موجودگی ان اداروں اور جامعات کے لیے باعث فخر رہی ہے۔موضوع کے مناسبت سے ہم یہاں فقط جامعہ سندھ کے ان اساتذہ کی اردو خدمات کا احاطہ کریں گے جنہوں نے ۱۹۷۰ء تک جامعہ سندھ میں بحیثیت استاد شمولیت اختیار کی۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان ایک کثیرالجہات شخصیت تھے آپ برصغیر کے نامور نقاد، ماہر لسانیات، عالم دین، مترجم، ماہر تعلیم اور ادبی مورخ تھے، آپ اپنی ہمہ جہتی کے جن حوالوں سے جانے جاتے ہیں ان میں معتبر ترین حوالہ آپ کی تحقیق ہے اور اس حوالے سے آپ نے ایسے موضوعات کا انتخاب کیا جواب تک تشنہ تحقیق تھے لسانیات سے لے کے شخصیات تک آپ کے تحریر کردہ مقالات اور مضامین نے اردو ادب کے لیے فکر کے نئے نئے دریچے وا کیے ہیں۔آپ کی تحریر میں وہ روانی اور نرم روی ہے کہ قاری کی نظر سے ہوتی ہوئی اس کے ذہن میں اترتی چلی جاتی ہے۔آپ ۲۳/ستمبر ۱۹۱۲ء کو (جبل پور) ہندوستان میں پیدا ہوئے (۵)، آپ کے والد صاحب کا نام گلاب خان تھا۔ڈاکٹر صاحب کی ابتدائی تعلیم قرآن پاک سے شروع ہوئی اور جو گھر پر ہی حاصل کی۔۱۹۲۳ئسے پرائمری تعلیم کا آغاز کیا۔علی گڑھ کالج سے میٹرک اور انٹر کرنے کے بعد ۱۹۳۳ء میں بی۔اے، ۱۹۳۵ء میں ایم۔اے (فارسی)، ۱۹۳۶ء میں ایم۔اے (اردو) اور ایل، ایل۔بی کی اسناد حاصل کیں، آپ نے تعلیمی سلسلہ جاری رکھتے ہوئے ۱۹۴۷ء میں ناگ پور یونیورسٹی سے، بارہویں صدی کے مشہور فارسی شاعر سید حسن غزنوی کے حیات وادبی کارنامے کے موضوع پر مقالہ لکھ کر پی۔ایچ۔ڈی کی سند حاصل کی اور ۱۹۵۹ء میں اپنے مقالہ علمی نقوش پر نے ناگ پور یونیورسٹی سے ڈی۔لٹ کی سند حاصل کی۔معلمانہ زندگی کا آغاز کنگ ایڈورڈ کالج امراوتی (ابرار) سے کیا، مارس کالج میں بھی تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، اس کے بعد آپ ناگ پور یونیورسٹی میں صدر شعبہ اردو مقرر ہوئے۔

قیام پاکستان کے کچھ عرصہ بعد وہ کراچی آ گئے، کراچی میں ڈاکٹر صاحب اسلامیہ کالج میں دو برس تک تدریسی فرائض انجام دیتے رہے، ۱۹۵۰ء میں بابائے اردو (مولوی عبدالحق) کے قائم کردہ اردو کالج میں صدر شعبۂ

اردو مقرر ہوئے، 6/برس تک اردو کالج سے منسلک رہے، اور جب کراچی یونیورسٹی میں تعلیم شروع ہوئی تو آپ ایم۔اے کی کلاسیں لینے لگے، لیکن بعدازاں علامہ آ آ قاضی اور ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کے اصرار پر ۱۴/جولائی ۱۹۵۶ءکو سندھ یونیورسٹی سے منسلک ہوئے، سندھ یونیورسٹی کے لیے ڈاکٹر صاحب کی خدمات نا قابل فراموش ہیں، یہاں پر انہوں نے ۲۰/برس تک تدریسی فرائض انجام دیئے، یونیورسٹی کے لیے اُن کی موجودگی باعث فخر تھی اُن کی سربراہی میں شعبۂ اردو نے ایک رسالہ (صریر خامہ) کا اجرا بھی کیا، ڈاکٹر صاحب ۱۹۷۲ء میں ریٹائر ہوئے تھے مگر پھر اُن کی مدت ملازمت میں مزید چار سال توسیع کر دی گئی، ڈاکٹر صاحب کی علمی وادبی خدمات کے اعتراف میں سندھ یونیورسٹی نے ۱۹۸۸ء میں آپ کو (پروفیسر ایمریطس) کے درجہ پر فائز کیا۔ان سے بہت سے طلباء نے فیض حاصل کیا، وہ علم کی روشنی بکھیرنے میں ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے۔آپ نے مقالات ومضامین کے ساتھ بہت زیادہ کتب بھی ترجمہ کیں۔اُن کی تصنیفات وتالیفات کی بڑی تعداد موجود ہے، ڈاکٹر صاحب کئی زبانوں پر عبور رکھتے تھے اُن میں اردو، فارسی، عربی، انگریزی اور ہندی شامل ہیں۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کے شاگرد وہ نامور ہستیاں ہیں جو بعد میں بذات خود بھی کسی تعارف کی محتاج نہیں رہیں ڈاکٹر صاحب کی قابلیت اور ذہانت اور سادگی کے وہ ہمہ وقت معترف رہے، ان شاگردوں میں سے چند نام پیش ہیں۔آپ کے زیر سایہ ۴۰ سے زائد طالبعلموں نے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔(1) کریم الدین احمد''امیر مینائی اوران کے تلامذہ''، ۱۹۶۳ء، (2) خان رشید''اردو شاعری کا تاریخی اور سیاسی پس منظر''، ۱۹۶۴ء، (3) سخی احمد ہاشمی، سید''شبلی کا ذہنی ارتقاء''، ۱۹۶۶ء، (4) شرف الدین اصلاحی''اردو سندھی کے لسانی روابط''۱۹۶۹ء، (5) حسین بانو''ناسخ اور ان کے تلامذہ''، ۱۹۶۸ء، (6) نجم الدین صدیقی (نجم الاسلام)، ''دبستان دہلی کی نثر''، ۱۹۶۹ء، (7) محمد جمیل خان (جمیل جالبی)''قدیم اردو کا تحقیقی مطالعہ''، ۱۹۷۱ء، (8) کشور سلطانہ''اردو میں قرآن تلمیحات''۱۹۷۳ء، (9) نظر کامرانی''اردو صرف ونحو کا ارتقاء''، ۱۹۸۳ء، (10) خالد خان خٹک''سندھی، پشتو، اردو کے لسانی روابط''، ۱۹۷۸ء، (11) شاہ محمد ارشاد الحق''اردو میں فقہی کتب کا جائزہ''۱۹۸۷ء، (12) شمیم نکہت''اردو میں قرآنی محاورات''، ۱۹۷۳ء، (13) ضیاء الرحمٰن''پاکستان کے اردو ادب میں موجودہ بلوچستان کی ثقافت''، ۱۹۹۷ء، (14) انور علی، سید''اردو لغت کا ارتقاء''، ۱۹۷۶ء، (15) معین الرحمٰن، ''غالبیات کا توضیحی مطالعہ''، ۱۹۷۲ء، (16) حبیب الثقلین''اردو میں احادیث نبویؐ کے ترجمے اور تعلیقات''، ۱۹۷۳ء، (17) محمد مسعود احمد''اردو میں قرآنی تراجم و تفاسیر''، ۱۹۷۰ء، (18) الیاس عشقی''اردو شاعری پر مغرب کے اثرات (ایک تاریخی جائزہ)، ۱۹۸۲ء، (19) ثریا صدیقی''اردو شاعری کا دینی پس منظر''، ۱۹۸۱ء، (20) شاہ محمود الرحمٰن''جنگِ آزادی کے اردو شعراء''، ۱۹۸۱ء، (21) عبدلمقیت (شاکر علیمی)''اردو شاعری پر قرآن وحدیث کے اثرات''، ۱۹۷۴ء، (22) محمود الرحمٰن سید شاہ''جنگ آزادی کے اردو

شعراء ۱۷۱۸ء تا ۱۹۴۷ء''۱۹۸۱ء، (23) یوسف فاروقی، ''اردو شعراء کی فارسی اور اردو شاعری کا تقابلی مطالعہ'' ۱۹۷۴ء، (24) فضل حق خورشید، اردو نظم کا تحقیقی جائزہ: جعفر زٹلّی کے بعد سے دورِ حاضر تک''، ۱۹۷۶ء، (25) رفعت سلطانہ، ''اردو نثر پر تصوف کے اثرات''، ۱۹۷۵ء، (26) ممتاز صادق، ''کشمیر میں اردو نثر کا تحقیقی مطالعہ''، ۲۰۰۰ء، (27) منہاج الدین، ''سندھ کے اردو نثر نگار''، ۱۹۷۳ء، (28) نذیر حسین، ''مولانا ظفر علی خان بطور شاعر اور صحافی''، ۱۹۷۱ء، (29) حسن محمد خان، ''اردو داستانوں پر قرآنی قصص کے اثرات''، ۱۹۷۱ء، (30) محمد اقبال جاوید، ''دکن کی منظوم داستانیں''، ۱۹۷۴ء، (31) غلام حسین اظہر، ''اردو افسانے کا نفسیاتی مطالعہ''، ۱۹۷۵ء، (32) عبدالحق (حسرت کاسگنجوی) ''پاکستان میں اردو ناول''۱۹۷۰ء، (33) اقبال احمد خاں، ''اصغر گونڈوی: آثار وافکار''۱۹۷۲ء، (34) احمر رفاعی، ''جگر مرادآبادی: آثار وافکار''، ۱۹۷۰ء، (35) ظفر حسن، ''سر سید اور حالی نظریہ فطرت''، ۱۹۷۶ء، (36) محمد نعیم ندوی، شاہ، ''(دبستانِ) شبلی کی علمی وادبی خدمات''، ۱۹۷۱ء (37) ظفر حسین زیدی، ''(مولانا) ظفر علی خاں بحیثیت شاعر وصحافی''، ۱۹۷۰ء، (38) سردار احمد خان، ''میر سوز: آثار و افکار ترتیب دیوان سوز''، ۱۹۷۱ء، (39) مجیب الرحمٰن یوسفی، ''(ڈپٹی) نذیر احمد دہلوی کے محاورات''، ۱۹۹۶ء (40) منیر الدین عرشی، ''نذیر احمد اوران کی ناول نگاری''، ۱۹۷۲ء، (41) ارشاد الحق قدوسی، ''اردو میں فقہی کتب کا تحقیقی جائزہ'' ۱۹۸۶ء (42) خورشید علی محمد میمن، ''دیوان نواب ولی محمد خان لغاری المستخلص ولی (اثر وافکار)۔ اسکے علاوہ مندرجہ ذیل ایم فل کی سند حاصل کرنے والے نامور شاگرد ہیں (43) فضل حق خورشید، ''اردو نظم کا ارتقاء (ابتدا سے میر جعفر زٹلی تک)''، ۱۹۷۰ء (44) رقیہ بیگم، ''مولانا احمد رضا خان: ادبی خدمات''، ۱۹۸۲ء، (45) احمد سعید پراچہ، ''ہندکو، اردو کا تقابلی جائزہ''، ۱۹۷۵ء۔

ڈاکٹر صاحب جیسی شخصیت کے لیے یہ تعارف ناکافی ہے، آپ کا ایک پسندیدہ موضوع ''اقبالیات'' بھی رہا، اقبالیات کے حوالے سے آپ کے کتابوں پر ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی رائے ملاحظہ فرمایئے:

> ''اقبالیات آپ کے اہم علمی موضوعات میں سے ہے، اور اس کے اختیار وانتخاب میں بھی آپ کا ذوق کارفرما ہے۔ اقبالیات پر آپ کی دو بلند پایہ تصانیف (اقبال اور قرآن) اور (معارف اقبال) ۱۹۷۷ء میں شایع ہوئیں۔ علامہ اقبال اوران کے فکر و کلام سے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کی دلچسپی بہت پرانی ہے۔۔۔ متذکرہ بالا دونوں تصانیف پچاس سالہ علمی وفکری ارتباط کا نتیجہ ہیں۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنی معنوی حثیت سے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کا حاصل تحقیق وتنقید اقبالیات کے کئی دفتروں پر بھاری ہے۔''(۶)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کی کتاب معارف اقبال ان کے 9 مقالات کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب میں آپ نے ''کلام اقبال'' کا جائزہ لیتے ہوئے تاریخی وسیاسی پس منظر، اقبال کے نظریے، شعروادب، عشق رسول، دینی

عقائد اور اقبال اور تصوف کو پیش کیا ہے۔ان کی دوسری کتاب ''اقبال اور قرآن'' میں اقبال کے قرآن سے متعلق خیالات اور نظریات اور واقعات کو واضح کیا ہے۔اقبالیت پر ان کی یہ تحریریں علمی و ادبی حیثیت رکھتی ہیں اور ادبی سرمایہ گردانی جاتی ہیں۔

اعزازات: 1۔اردو میں قرآن وحدیث کے محاورات۔فکر نظر اسلام آباد (بیس ہزار روپے)۱۹۸۰ء، 2۔حضرات القدس کا (اردو ترجمہ)(دس ہزار روپے)۱۹۸۲ء، 3۔ہم قرآن درشانِ محمدؐ۔(نقوش ایوارڈ) (دس ہزار روپے)۱۹۸۳ء، 4۔اقبال ایوارڈ (پچیس ہزار روپے)۱۹۸۳ء، 5۔اقبال اور قرآن (بہترین کتاب) طلائی تمغہ (صدارتی انعام)۱۹۸۵ء۔(۷)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ کی نمایاں تصنیفات و تالیفات میں: 1۔سید حسن غزنوی (حیات و ادبی کارنامے) س۔ن، 2۔تاریخ بہرام شاہ غزنوی (انگریزی)، 3۔چند فارسی شعراء،۱۹۸۹ء، 4۔فارسی پر اردو کا اثر،۱۹۵۲ء، 5۔مکتوبات شاہ احمد سعید دہلوی، 6۔(ارشاد رحیمہ) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد کی تصنیف مع (اردو ترجمہ)،۱۹۵۹ء، 7۔ (ہدایت الطالبین) شاہ ابو سعید دہلوی کے والد کی تصنیف مع (اردو ترجمہ)،۱۹۵۶ء، 8۔حالی کا ذہنی ارتقاء، مولانا حالی کے علمی وادبی کارناموں کا سال بہ سال جائزہ،۱۹۵۶ء، 9۔علمی نقوش (تحقیق مقالات کا مجموعہ)،۱۹۵۷ء، 10۔تفسیر مولانا عبیداللہ سرہندی (فارسی)، 11۔رسائل مشاہیر نقشبندیہ،۱۹۵۸ء، 12۔سندھی اردو لغت (۱۹۵۹ء میں ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کے تعاون سے مرتب کی، 13۔انتخابات مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی (اردو ترجمہ)، 14۔ادبی جائزے (مختلف ادبی مضامین کا مجموعہ)،۶۵-۱۹۵۹ء، 15۔اردو سندھی لغت، 16۔مکتوبات ریاست دیر، 17۔مطالب الفرقان، 18۔تحریر و تقریر،۱۹۶۲ء، 19۔تحقیقی جائزے،۱۹۶۸ء، 20۔اقبال اور قرآن،۱۹۷۷ء، 21۔ہمارا علم و ادب۱۹۸۵ء، 22۔سراج البیان،۱۹۹۲ء، 23۔ہمت مہر،۱۹۹۴ء، 24۔ملفوظات اکابر نقشبندیہ،۱۹۵۹ء، 25۔آگاہی سید امیر کلال،۱۹۶۱ء، 26۔اثبات النبوۃ،۱۹۶۳ء، 27۔تحفہ زواریہ،۱۹۶۳ء، 28۔وسلۂ القبول الی اللہ و الرسولؐ،۱۹۶۳ء 29۔ عارف نامہ،۱۹۶۳ء 30۔سعید البیان،۱۹۶۵ء، 31۔ ردِ روافض،۱۹۶۵ء، 32۔مکاشفاتِ عینیہ،۱۹۶۵ء، 33۔حضرت مجدد الف ثانی ایک جائزہ،۱۹۶۵ء، 34۔رسالہ تہلیلیہ،۱۹۶۵ء، 35۔مکتوبات خواجہ عبدالاحد سرہندی،۱۹۶۶ء، 36۔مکتوبات خواجہ سیف الدین موسوم بہ ''مکتوبات مدرسہ سیفیہ''،۱۹۶۶ء، 37۔لوائح خانقاہ مظہریہ موسومہ بہ ''مکتوبات مدرسہ دیر''۱۹۷۵ء، 38۔مکتوبات خواجہ محمد معصوم سرہندی (تین دفتر)۱۹۷۶ء، 39۔زبدۃ المقامات،۱۹۸۶ء، 40۔باقیات باقی،۱۹۹۰ء، 41۔قرآن عربی،۱۹۶۶ء، 42۔جامع القواعد، مطبوعہ، اردو سائنس بورڈ،۱۹۷۳ء، 43۔منتخبات، مطبوعہ، المصطفیٰ علمی مرکز حیدرآباد،۱۹۸۵ء، 44۔ ثقافتی اردو،

مطبوعہ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد۱۹۸۹ء، 45۔اوراق گم گشتہ، مطبوعہ، غلام مصطفیٰ اکادمی حیدرآباد، ۱۹۹۷ء، 46۔ ہمارا تلفظ، مطبوعہ پیراماؤنٹ پریس حیدرآباد، ۱۹۹۹ءشامل ہیں۔

اس کے علاوہ، مختلف کتب ورسائل میں آپ کے شایع ہونے والے مقالات کی بھی ایک وسیع تعداد ملتی ہیں جن میں سے چند نمایاں کا ذکر پیش کیا جاتا ہے، 1۔اسلامی اور غزنوی علم (مشمولہ علمی نقوش)، 2۔ملفوظات شیخ وجیہہ الدین گجراتی (مشمولہ علمی نقوش)، 3۔برصغیر میں حق و باطل کے معرکے (مشمولہ ہمارا علم وادب) 4۔ اردو کا دینی ادب (۱۸۷۵ء کے بعد) (مشمولہ ہمارا علم وادب)، 5۔رسالہ گنج الاسرار (مشمولہ سراج البیان)، 6۔بعض مظلوم کتابیں (مشمولہ سراج البیان) 7۔خواجہ محمد ہاشم کشمی (مشمولہ سراج البیان)، 8۔شیخ عبدالحق کے چند مکتوبات (مشمولہ سراج البیان)، 9۔مکتوبات قاضی ثناء اللہ پانی پتی (مشمولہ اوراق گم گوشتہ)، (مطبوعہ رسالہ (اردو) کراچی، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۶۷ء)، 10۔حضرت شیخ عثمان کا رسالہ عشقیہ (مشمولہ اوراق گم گشتہ) 11۔حضرت داتا گنج بخش اور کشف المحجوب (مشمولہ نور القمر) 12۔سندھ کے نقش بندی اولیاء (مطبوعہ گورنمینٹ کالج میگزین (روایت) ناظم آباد، کراچی، ۱۹۹۹ء وغیرہ وغیرہ۔

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ:

آپ کا شمار ملک کی نامور ہستیوں میں ہوتا ہے، آپ نامور محقق، مؤرخ، دانشور، ماہر لسانیات، ماہر لوک ادب، ماہر لطیفیات، ماہر تعلیم تھے، ڈاکٹر صاحب کو عربی، فارسی، انگریزی، اردو، سندھی اور دیگر زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ڈاکٹر صاحب کی تصنیفات ۶/زبانوں میں ملتی ہیں، آپ نے مختلف موضوعات پر قلم اُٹھایا جن میں تحقیق، تنقید، تعلیم، لسانیات، لوک ثقافت اور تربیت وتدوین شامل ہیں۔سندھی زبان وادب اور ثقافت پر آپ کا سرمایہ تحریر ایک بے بہا تحفہ ہے۔

ڈاکٹر نبی بخش بلوچ ۱۶/دسمبر ۱۹۱۷ء کو (جعفر خان لغاری) ڈسٹرکٹ سانگھڑ میں پیدا ہوئے (۸)، آپ کے والد صاحب کا نام علی محمد خان لغاری بلوچ تھا۔آپ ۶/سال کی عمر میں ہی شفقت پدری سے محروم ہو گئے تھے، آپ کی پرورش آپ کے چچا نے کی، ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۹۳۶ء میں میٹرک کیا، مزید تعلیم بہاء الدین کالج (جوناگڑھ) سے حاصل کی، ۱۹۴۱ء میں اسی کالج سے بی۔اے آنرز میں پہلی پوزیشن لی، پھر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ایل ایل بی اور بعد ازاں ایم۔اے (عربی) فرسٹ کلاس سے ۱۹۴۵ء میں کیا۔۱۹۴۵ء میں برطانوی حکومت نے مرکزی سطح پر ڈاکٹریٹ کے لئے اسکالرشپ کا اعلان کیا۔آپ نے ہندستان میں اس مقابلے میں کامیابی حاصل کی اور اس طرح آپ اعلیٰ تعلیم کے لیے ملک سے باہر گئے اور (کولمبیا) یونیورسٹی امریکہ سے ۱۹۴۹ء میں پی۔ایچ۔ڈی کی سند حاصل کی۔

پاکستان واپس آنے کے بعد پیر الٰہی بخش اور ڈاکٹر امیر حسین کے اصرار پر آپ سندھ مسلم کالج کراچی

میں لکچرار ہوگئے، پھر آپ نے ۱۹۵۰ء میں وزارت اطلاعات ونشریات میں بھی کچھ عرصہ کام کیا، آپ کو اعلیٰ تعلیم اور صلاحیت کی بنیاد پر دمشق میں پاکستانی سفارتخانے میں پریس اتاشی مقرر کیا گیا۔ کن ڈاکٹر صاحب سندھ یونیورسٹی کے شعبہ ایجوکیشن (۱۹۵۳ء) میں پروفیسر کی حیثیت سے منسلک رہے۔ سندھ یونیورسٹی میں ہی آپ شعبہ سندھی کے پروفیسر اور پھر شعبہ کے صدر رہے۔ ۱۹۷۷ء میں آپ سندھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر بنے اور اپنی قابلیت اور ذہانت سے جامعہ سندھ میں بہترین منتظم کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔

ستمبر ۱۹۵۱ء میں علامہ آئی آئی قاضی کی اصرار پر جامعہ سندھ کے شعبہ تعلیم میں بحیثیت پروفیسر خدمات کا آغاز کیا بعدازاں ۱۹۵۳ء میں شعبہ سندھی کے پروفیسر اور پھر شعبہ کے صدر رہے۔ دسمبر ۱۹۷۳ء میں آپ کو جامعہ سندھ کا وائس چانسلر بننے کا اعزاز حاصل ہوا اور اسی سال آپ کو پروفیسر ایمریطس کا درجہ بھی عطا کیا گیا، آپ نے ۱۹۷۶ء تک وائس چانسلر کے طور پر خدمات انجام دیں، اور اسی سال انسٹیٹیوٹ آف سندھالوجی کا آغاز بھی کیا۔ پھر اسی سال ہی میں آپ کو وفاقی تعلیم میں افسر بکار خاص (OSD) مقرر کیا گیا۔ آپ نے ۱۹۷۹ء سے ۱۹۸۲ء تک قومی کمیشن برائے تحقیق تاریخ وثقافت، اسلام آباد کے ڈائریکٹر کے طور پر خدمات انجام دیں۔ اس کے علاوہ آپ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے پہلے وائس چانسلر، ہجرہ کونسل میں مشیر اور سندھی زبان کا بااختیار ادارہ کا اولین چیئرمین بھی رہے۔

آپ کا پہلا آرٹیکل ۱۹۴۶ء میں شایع ہوا، آپ نے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کے اشتراک سے دو لغات مرتب کیں جن میں (سندھی اردو لغت) مطبوعہ ۱۹۵۹ء اور (اردو سندھی لغت) مطبوعہ ۱۹۶۰ء شامل ہیں، ان لغات میں سندھی الفاظ کی ذمہ داری آپ پر اور اردو الفاظ کی ذمہ داری ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کی تھی، آپ کا یہ کارنامہ ادبی دنیا میں ہمیشہ یاد رکھا جائیگا۔ ڈاکٹر مختارالدین احمد (شعبہ عربی علی گڑھ یونیورسٹی) نے ان الفاظ میں آپ کو خراج تحسین پیش کیا ہے،

> ''ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کی زندگی ترقی و کامرانیوں سے معمور ہے، پاکستان میں کون صاحب علم وصاحب ذوق ایسا ہے جو ان کے علمی کارناموں سے واقف نہیں، ان کے کارنامے نہ سہی ان کے کارناموں کی خوشبو سرحدوں کو عبور کرتی ہوئی یہاں (ہندوستان) بھی پہنچی''(۹)

آپ کی اہم تصنیف (سندھ میں فارسی شاعری کا آخری دوَر۔ تکملۃ التکملۃ) ہے، جو کہ آپ نے فارسی میں لکھی مگر اس کا مقدمہ اردو میں تحریر کیا۔ آپ کی اردو زبان میں مقبول تصنیفات میں 1۔ سندھ میں اردو شاعری (تذکرہ) ۱۹۷۷ء، 2۔ مولانا آزاد سبحانی ۱۹۸۹ء، دیوان ماتم ۱۹۹۰ء، 4۔ طلبہ وتعلیم ۱۹۷۶ء، 5۔ دیوان صابر (تدوین وحواشی)، ۱۹۸۴ء شامل ہیں۔ جبکہ مقالات ومضامین میں: 1۔ ترکی کے کتب خانے اور اُن میں محفوظ

علماء سندھ و ہند کی تصنیفات، شمارہ 7، مجلّہ (تحقیق) شعبہ اردو جامعہ سندھ جامشورو، ۱۹۹۳ء، 2۔محاضرات میمنی، مجلّہ (تحقیق) شمارہ 11-10، سندھ یونیورسٹی ۹۷-۱۹۹۶ء، 3۔سندھ کے اُجڑے ہوئے کتاب خانے، مجلّہ (تحقیق) شمارہ ۱۲-۱۳، جامعہ سندھ ۹۹-۱۹۹۸ء۔اس میں سندھ کے مشہور و معروف کتب خانوں کا ذکر کیا ہے، اور ان میں موجود قدیم و نادر کتابوں کی تفصیل مہیا کی ہے۔جن میں کتب خانہ ودرسگاہ ولہار، کتب خانہ ودرسگاہ چوٹیاری، کتب خانہ مولانا محمد ابراہیم گڑہی یاسین، کتب خانہ قادر شاہ نصرپوری، کتب خانہ حکیم سید غلام رسول شاہ رضوی نصرپور، کتب خانہ منصورہ قصبہ ڈیپر تعلقہ ہالہ اور کتب خانہ عباس علی شاہ جیلانی اور اس کے علاوہ بہت سے قدیم کتب خانوں کے بارے میں تفصیلات شامل ہیں۔(۱۰)

اختر جوناگڑھی

قاضی احمد میاں اختر ۱۸۹۰ء میں جوناگڑھ میں پیدا ہوئے اُن کے والد صاحب کا نام قاضی عبداللہ تھا، اُن کے آباؤ اجداد کا تعلق سندھ سے تھا وہ عہد فرخ سیر میں سندھ سے جا کر جوناگڑھ میں آباد ہوئے، گجراتی کا ٹھیاواڑی کہلاتے تھے اور مادری زبان گجراتی ہو چکی تھی، اُنہوں نے میٹرک کے بعد ایف۔اے کا امتحان علی گڑھ سے پاس کیا، طب کی تعلیم بھی حاصل کی، عربی اور فارسی میں مہارت رکھتے تھے، تحریک پاکستان میں حصہ لیا اور صدر گجرات (مسلم لیگ) بھی رہے۔

۱۹۴۹ء میں وہ پاکستان آئے، یہاں آ کر انہوں نے کچھ عرصہ (انجمن ترقی اردو پاکستان) میں کام کرنا شروع کیا۔قاضی اختر صاحب اردو، فارسی، عربی اور اسلامیات کے مستند عالم اور ماہر لسانیات تھے، انہوں نے مسلمان مفکروں اور سائنس دانوں پر سب سے پہلے کام کیا، وہ معلومات جو ہمیں صرف عربی میں ملتی تھی قاضی صاحب نے اُنہیں اپنے مضامین کے ساتھ مرتب کیا۔

قاضی اختر صاحب نے سندھ یونیورسٹی میں اسلامی تاریخ کے شعبہ میں خدمات انجام دیں۔انہوں نے ۶/اگست ۱۹۵۵ء کو اس دنیا سے داعی اجل کو لبیک کہا، اُن کی آخری آرام گاہ کراچی (میوہ شاہ) قبرستان میں ہے۔قاضی صاحب کے بارے میں سید الطاف علی بریلوی نے اپنے مضمون میں کہا:

> ''مملکت پاکستان میں علامہ سید سلیمان ندوی بعد صحیح معنیٰ میں علمی شخصیت اگر کوئی تھی تو وہ قاضی صاحب کی تھی۔ایسا متبحر علم ہم نے کسی اور میں نہیں دیکھا، قریب ہر علم و فن پر قیمتی معلومات ان کی نوک زبان تھیں۔''(۱۱)

قاضی اختر کی تصانیف میں 1۔انارکلی، 2۔طبقات الامم، 3۔اسلام کا اثر یورپ پر، 4۔اسلامی کتب خانے، 5۔اسلامی کتب خانے اور ان کا نظم و نسق، 6۔اقبالیات کا تنقیدی جائزہ، 7۔حیات نظامی (ترجمہ)، 8۔زرگل (ترجمہ)، 9۔سیپارہ دل (ترجمہ)، 10۔علم اور اسلام (ترجمہ)، 11۔علامہ شبلی بحیثیت

شاعر، 12۔لمحات اختر، 13۔مسلمانان سلف میں مطالعہ، شامل ہیں۔

ڈاکٹر خان رشید

ڈاکٹر خان رشید کا پورا نام رشید اللہ تھا، لیکن ادبی دنیا میں ڈاکٹر خان کے نام سے پہچانے جاتے ہیں، آپ ۱۴/اپریل ۱۹۲۵ء جبل پور انڈیا میں پیدا ہوئے، آپ نے مذہبی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی، ۱۹۴۴ء میں ناگپور سے میٹرک سیکنڈ ڈویژن سے پاس کیا، انٹر کے امتحان میں بھی سیکنڈ ڈویژن سے پاس ہوئے، انٹر کرنے کے بعد وہ ۱۹۴۸ء میں پاکستان آ گئے، پاکستان آ کر آپ نے سندھ یونیورسٹی سے بی۔اے فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا، ۱۹۵۰ء میں ایم۔اے اردو کیا۔ملازمت کی شروعات تدریسی پیشے سے کی، آپ نے ۱۹۵۰ء سے ۱۹۵۵ء تک ایس۔ایم کالج کراچی میں شعبہ اردو سے وابستہ رہے، وہاں پر آپ ادبی انجمن کے انچارج بھی رہے۔

۱۹۵۵ء میں جامعہ سندھ کے شعبہ اردو سے منسلک ہوئے کچھ ہی عرصے میں اسسٹنٹ پروفیسر کے عہدے پر مقرر ہوئے، ۱۹۶۴ء میں سندھ یونیورسٹی سے Ph.D کی، آپ کے مقالہ کے عنوان تھا (اردو شاعری کا تاریخی اور سیاسی پس منظر)، آپ نے Ph.D ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کی نگرانی میں کی، ڈاکٹر صاحب کی ادبی زندگی کا آغاز ۱۹۴۶ء میں ہوا جب وہ سٹی کالج جبل پور میں اردو سوسائٹی کے سیکریٹری رہے، ۱۹۴۵ء میں وہ کتب خانہ بزمِ ادب جبل پور کے بانی اور رکن رہے، انہیں کھیلوں سے بھی دلچسپی رہی وہ ایس۔ایم کالج کی ہاکی ٹیم کے کپتان بھی رہے، شکار سے دلچسپی کی وجہ سے آپ مختلف ڈائجسٹوں میں شکاریات کے موضوعات پر لکھتے رہے۔اس کے علاوہ آپ کی دو کتابیں ''اردو کی تین مثنویاں'' ۱۹۶۱ء اور ''اردو کی نعتیہ قصائد'' ۱۹۷۰ء کافی مشہور ہیں۔آپ کی کتاب ''اردو کی تین مثنویاں'' کے بارے میں احمد سہیل اپنی کتاب (سب رس یادگار رفتگان حصہ دوم) میں لکھتے ہیں:

> ''مجھے خان رشید کا تعارف اردو کی تین مثنویاں کے حوالے سے ہوا جب میں میٹرک کا
> طالبعلم تھا۔اردو اختیاری کے پرچے میں دیاشنکر کی مثنوی نے مجھے خاصہ پریشان کر دیا
> تھا.........پھر میرے استاد نے شفقت سے کہا کہ میاں خان رشید صاحب کی اردو کی
> تین مثنویاں پڑھ لو سب سمجھ جاؤ گے....'' (۱۲)

۱۹۷۲ء میں انہیں کسی سازش کے تحت ملازمت سے ہٹایا گیا، جس کی وجہ سے انہیں بہت مالی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا لیکن انہوں نے صبر و استقامت سے کام لیا اور وہ وفات سے 7 ماہ قبل ملازمت پر بحال ہوئے۔انہوں نے ساری زندگی ایمانداری اور علم کی روشنی بکھیرنے میں گذاری، ڈاکٹر صاحب نے ریڈیو کے لیے فیچر لکھے، اسلامی موضوعات پر تقریریں کیں، آخری ایام میں (حضرت زوار شاہ مرحوم) کی سوانح لکھ رہے تھے ابھی تین جلدیں لکھ پائے تھے کہ زندگی نے ساتھ چھوڑ دیا۔حضرت زوار شاہ سے بہت متاثر تھے اُن کی محفلوں میں پابندی سے شریک ہوتے تھے، ڈاکٹر خان رشید ۴/اپریل ۱۹۸۰ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

ڈاکٹر خان رشید کے نمایاں تحقیقی مقالات میں۔1۔''میر اور اس کا فن'' مطبوعہ رسالہ (بیسویں

صدی، کراچی، فروری، مارچ ۱۹۵۵ء، 2۔''جعفر کی زٹل''مطبوعہ رسالہ (ساقی)، کراچی، اکتوبر ۱۹۵۹ء، 3۔''ہماری شاعری کا سیاسی پس منظر''مطبوعہ رسالہ (ادب لطیف)، لاہور، اپریل، مئی ۱۹۶۰ء، 4۔''عہد اکبر شاہ میں جہد آزادی''مطبوعہ رسالہ (ماہ نور) کراچی، اکتوبر ۱۹۶۱ء، 5۔''شاہ عالم کا ہندوستان ۱۱۷۴ھ تا ۱۲۲۱ھ''(تاریخ ہند کا نہایت پرآشوب دَور)''مطبوعہ رسالہ (نگار پاکستان) کراچی، اپریل ۱۹۶۲ء اور لکھنوٴ (انڈیا) ۱۹۶۲ء، 6۔''مثنوی قطب مشتری کا ماخذ''مطبوعہ رسالہ (نگار پاکستان) کراچی، ستمبر ۱۹۶۹ء، 7۔''طوطئ ہند امیر خسرو (۷۲۵ھ، ۱۳۲۴ء)''مطبوعہ رسالہ (اردو) کراچی (1) جنوری تا مارچ ۱۹۷۶ء، 8۔''ادبیات سندھ کا ایک گم شدہ شاہکار'' دیوان عزلت (فارسی)''مطبوعہ (قومی زبان) کراچی جنوری ۱۹۷۶ء، شامل ہیں۔

سید پروفیسر محمد جمیل واسطی

پروفیسر سید محمد جمیل واسطی انگریزی ادب کے پروفیسر رہ چکے ہیں، لیکن آپ کو اردو ادب سے بھی اتنا ہی لگاؤ تھا۔ ۲۵/دسمبر ۱۹۰۵ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ پروفیسر جمیل کے والد صاحب بھی انگریزی کے پروفیسر رہے، پروفیسر جمیل نے ۱۹۲۰ء کو لاہور سے میٹرک، ۱۹۲۴ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی۔اے اور ۱۹۲۷ء میں (ST,Stephens's College Dehli) سے ایم۔اے انگریزی ادب میں کیا۔(۱۳)

تعلیم مکمل ہونے کے بعد ۱۹۳۲ء میں گورنمنٹ کالج لاہور میں تدریسی فرائض انجام دینا شروع کیے اور یہاں وہ چار سال تک پڑھاتے رہے، پھر وہ مزید تعلیم کے لیے انگلینڈ گئے (Pembroke College Cambridge) سے ڈگری حاصل کی، واپس آکر آپ دہلی کالج وابستہ ہو گئے۔ ۱۹۴۳ء میں وہ پاکستان آئے اور کراچی میں مسلم کالج میں تدریسی فرائض انجام دیے، کالج میں وہ مختلف عہدوں پر مقرر ہوئے اور آخر میں پرنسپل کے عہدے تک پہنچے۔

پروفیسر جمیل کچھ عرصہ وزارت اطلاعات ونشریات سے بھی منسلک رہے اور کچھ عرصہ وزارت تعلیم میں بھی خدمات انجام دیں اور ۱۹۶۰ء ملازمت کی مدت پوری ہونے کے بعد انہیں سندھ یونیورسٹی کے شعبہ انگریزی کے چیئر مین کے عہدے کی پیشکش ہوئی تو انہوں نے قبول کر لی۔ آپ نے ۴۰/سال تک تدریسی فرائض انجام دیے۔

وہ ہومیو پیتھک علاج کی طرف بھی مائل تھے اس ضمن میں انہوں نے ہومیو پیتھک کی با قاعدہ تعلیم بھی حاصل کی تھی۔ پروفیسر جمیل واسطی ایک نامور مصنف تھے وہ اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں لکھتے تھے۔ پروفیسر صاحب ۲۱/دسمبر ۱۹۸۱ء کو ٹریفک حادثہ میں وفات پا گئے، اُن کی آخری آرام گاہ سوسائٹی قبرستان حیدرآباد میں ہے۔

پروفیسر جمیل واسطی کی انگریزی میں بھی تصنیفات موجود ہیں، جبکہ آپ کی اردو تصنیفات میں: 1۔فکر

جمیل (شعری مجموعہ) دوایڈیشن، 2۔بہکی باتیں ۱۹۷۰ء، 3۔فریب وفرار (ناول)، 4۔خوف کے بھنور (ناول)، 5۔چمن لٹکیا اول)، 6۔پنگل کا جزیرہ (ناول)، 7۔اسلامی روایات کا تحفظ (مذہبی تجزیاتی تحریر) شامل ہیں۔

ڈاکٹر سخی احمد ہاشمی

پروفیسر ڈاکٹر سخی احمد ہاشمی ۹ر دسمبر ۱۹۲۵ء کو سندیلہ ضلع ہردوئی، اودھ (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ ڈاکٹر سخی احمد نے انٹر تک کی تعلیم لکھنؤ سے حاصل کی۔ پاکستان کے قیام کے بعد پاکستان آ گئے، یہاں آ کر آپ نے تعلیمی سلسلہ پھر سے جوڑا اور ۱۹۵۲ء میں کراچی یونیورسٹی سے بی۔اے (آنرز) کیا، ۱۹۵۴ء میں ایم۔اے (اردو) کیا اور ۱۹۵۶ء میں (تاریخ اسلام) میں دوسرا ایم۔اے کیا۔

ڈاکٹر سخی احمد ہاشمی نے ملازمت کا آغاز ۱۹۵۶ء میں سندھ یونیورسٹی میں بحیثیت لیکچرر کیا۔ سندھ یونیورسٹی میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، آپ نہایت ذہین اور قابل استاد کی حیثیت سے مانے اور جانے جاتے تھے۔ آپ ۱۹۸۵ء میں چیئر مین (شعبہ اردو) کی حیثیت سے سبکدوش ہوئے، آپ نے ملک سے باہر بھی تدریسی خدمات انجام دیں، جن میں سری لنکا کی یونیورسٹی (ودیالنکارایونیورسٹی کیلانیا) میں ۸۳-۱۹۷۹ء، ۴رسال تک خدمات انجام دیں۔

آپ نے سندھ یونیورسٹی میں دوران ملازمت ۱۹۶۶ء میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کی نگرانی میں اپنا پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ مکمل کیا آپ کے مقالہ کا عنوان (شبلی کا ذہنی ارتقاء) تھا۔ ڈاکٹر ہاشمی کا یہ تحقیقی مقالہ اُن کی وفات کے بعد مطبوعہ شکل میں سامنے آیا اس مقالہ میں شبلی کی زندگی کی سبھی ادوار کو جس خوبی کے ساتھ رقم کیا گیا ہے اس سے اُن کی قابلیت جھلکتی ہے، اس مقالہ کے بارے میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان لکھتے ہیں:

> ''مولانا شبلی ان (ڈاکٹر سخی ہاشمی) کا خاص موضوع ہے اوران کا پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ (مولانا شبلی کا ذہنی ارتقاء) اپنی جامعیت کے لحاظ سے اس قدر اہم ہے کہ شاید ایک عرصہ تک اس پر اضافہ نہ ہو سکے''۔ (۱۴)

ڈاکٹر سخی احمد کا انداز تحریر سادہ اور پر وقار رہا ہے، اُن کے تحقیقی مقالات تحقیق کے میدان میں گرانقدر مانے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر سخی احمد ہاشمی کی زیر نگرانی جن طلبا نے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی ان میں (1) تاج الدین صدیقی، ''اردو شاعری کا معاشرتی پس منظر''، ۱۹۷۴ء، (2)، سید سلطان محمود حسین، ''خطبات گارسین دتاسی ترتیب و تالیقات''، ۱۹۷۷ء، (3) عبدالواحد خٹک، ''اردو اور سندھی صحافت کا تقابلی مطالعہ''، ۱۹۷۸ء، (4) سید نور محمد سرور، ''مولانا حامد حسن قادری، سوانح حیات اور ادبی خدمات''، ۱۹۷۹ء، (5) عزیز انصاری، ''اردو اور راجستھانی بولیاں''، ۱۹۷۹ء، (6) عبدالجبار خان، ''اردو میں سیرت نبوی کا سرمایہ''، ۱۹۷۹ء، (7) عبدالرحمان براہوی، ''براہوی اور اردو کا تقابلی مطالعہ''، ۱۹۷۹ء، (8) سید اشفاق احمد بخاری، ''اردو کی منظوم تمثیلیں''، ۱۹۷۹ء، (9) ابو سلمان شاہجہان پوری، ''تذکرہ خانوادہ ولی الٰہی از سرسید مرتبہ''، ۱۹۸۰ء، (10) محمد احمد، ''منیر شکوہ آبادی حیات و

شاعری''، ۱۹۸۸ء شامل ہیں۔

ڈاکٹر ہاشمی کی چند اہم تصنیفات کا یہاں پر ذکر پیش ہے جو کہ تحقیقی مقالات تھے بعد میں وہ کتابی صورت میں شایع ہوئے: 1۔(انمول موتی) شاہ راشد علی محدومی کے حالات و زندگی پر ایک تحقیقی مقالہ، 2۔(ادبی آئینے) یہ تین تحقیقی مقالات پر مشتمل ہے یہ ۱۹۷۴ء کو کراچی سے شایع ہوا۔ 3۔انتخاب فسانہ آزاد ۱۹۷۰ء، یہ کتاب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کی خواہش پر مرتب کی، یہ ایم۔اے کی نصاب میں شامل ہے۔ ڈاکٹر سخی احمد ہاشمی ۱۹۹۵ء کو اس فانی دنیا سے رخصت ہوئے۔

پروفیسر حضور احمد سلیم:

پروفیسر حضور احمد کی پیدائش ۱۶ راگست ۱۹۲۴ء کو نارنول کے نزدیک (کنڈ) کے علاقہ میں ہوئی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم (ریواڑی) ہندوستان میں ہوئی، ۱۹۴۵ء میں منشی فاضل اور ۱۹۴۶ء میں ادیب فاضل کے امتحانات پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیے۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان آ گئے، پاکستان آ کر پہلے سرگودھا پھر وہاں سے ملازمت کی وجہ سے مظفر گڑھ اور پھر لاہور آ گئے۔ ۱۹۴۸ء میں بی۔اے حیدرآباد سے اور ۱۹۵۱ء میں جامعہ سندھ سے ایم۔اے (فارسی) کیا۔

ملازمت کا آغاز ۱۹۵۱ء ہی سے کیا، اورینٹل کالج حیدرآباد میں بحیثیت لیکچرر خدمات انجام دیں۔ ۱۹۵۲ء میں آپ فارسی میں اعلیٰ تعلیم کے لیے (تہران) ایران گئے، ۱۹۵۳ء میں آپ کچھ عرصہ سٹی کالج حیدرآباد اور پھر گورنمنٹ کالج ایمرسن ملتان میں فارسی کے لیکچرر مقرر ہوئے۔

۱۹۵۶ء میں جامعہ سندھ کے شعبہ فارسی میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر مقرر ہوئے، اسی شعبہ میں ۱۹۸۴ء میں پروفیسر اور صدر شعبہ فارسی کی حیثیت سے تقرر ہوا۔ آپ خانہ فرہنگ ایران حیدرآباد میں ۱۹۷۰ء سے ۱۹۹۸ء تک بحیثیت فارسی استاد تدریسی خدمات بھی انجام دیں۔ آپ بنیادی طور پر ایک استاد تھے مگر ایک نامور شاعر، مترجم بھی تھے۔ آپ کو مذہب سے بے حد لگاؤ تھا، آپ کی تحریروں میں اس بات کی عکاسی ہوتی ہے۔ آپ نے تحقیقی و تنقیدی مقالات، مضامین بھی تحریر کیے اس کے علاوہ کئی فارسی درسی کتابیں بھی مرتب کیں۔ آپ کی علمی و ادبی تحقیق میں خاص موضوع سوانح نگاری تھا۔

تصنیفات: 1۔آموز گار فارسی ۱۹۷۱ء، 2۔دوبیتی نامہ باباطاہر ہمدانی (ترجمہ) ۱۹۷۴ء، 3۔پیام مشرق (ترجمہ) ۱۹۷۷ء، 4۔نسب نامہ (ترجمہ) ۱۹۸۰ء، 5۔شرح حکم ۱۹۸۶ء، 6۔دیوان حلیم ۱۹۵۷ء۔

ڈاکٹر سید محمد نعیم ندوی:

ڈاکٹر سید محمد نعیم ندوی ۱۹۱۱ء کو پیدا ہوئے، آپ سندھ یونیورسٹی کے شعبہ اردو سے ۱۹۶۲ء میں وابستہ ہوئے آپ نے ۱۹۵۵ء سے ۱۹۶۱ء تک اسلامیہ کالج سکھر میں تدریسی خدمات انجام دیں اور پرنسپل کے عہدے پر

بھی رہے۔آپ نے ۱۹۴۲ء میں علی گڑھ یونیوسٹی سے ایم۔اے اردو کیا، ۱۹۷۱ء میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی نگرانی میں پی۔ایچ۔ڈی کی۔آپ کی ادبی و علمی خدمات کے باعث آپ کی ملازمت میں دومرتبہ توسیع کی گئی۔آپ کو شعروشاعری سے خاص لگاؤ تھا اس ضمن میں آپ نے دو کتابیں بھی تحریر کیں ان میں ایک (انتخاب کلام مومن) اوردوسری (خیابان ادب) کے نام سے شایع ہوئیں۔آپ کی ادبی و علمی تصنیفات میں : 1۔انتخابات کلام مومن، رائل بک ڈپو حیدرآباد، ۱۹۷۰ء، 2۔خیابان ادب، س ن، 3۔مکتوبات صدی، ۱۹۷۶ء شامل ہیں جبکہ غیر مدون مضامین کی تفصیل درج ذیل ہے: 1۔شریعت ادب لطیف کا پیغمبر اعظم سجاد حیدر یلدرم، اسلامیہ کالج میگزین سکھر، ۱۹۵۸ء، 2۔ناول کا ارتقاء۔مجلّہ (صریر خامہ) حیدرآباد، شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی شمارہ 3، س۔ن، 3۔

قصائد سودا۔مجلّہ (صریر خامہ) حیدرآباد، شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی شمارہ نمبر قصیدہ نمبر، ۱۹۶۸ء، 4۔سید سلیمان ندوی اور ان کی ادبی خدمات۔س۔ن، 5۔اقبال کے کلام میں آرٹ کا تصور۔مجلّہ (صریر خامہ) جامشورو سندھ یونیورسٹی، اقبال نمبر، ۱۹۷۷ء، 6۔ڈرامہ کا ارتقاء پس منظر۔مجلّہ (پرکھ) جامشورو سندھ یونیورسٹی پاکستانی ادب نمبر، ۱۹۷۷، 7۔امیر مینائی کی نعت گوئی۔مجلّہ (صریر خامہ) جامشورو سندھ یونیورسٹی، نعت نمبر، ۱۹۷۸ء، 7۔ اسلامی روایات کا تحفظ (مذہبی تجزیاتی تحریر)۔

ڈاکٹر نجم الاسلام

ڈاکٹر نجم الاسلام کا حقیقی نام نجم الدین صدیقی تھا، آپ یکم جولائی ۱۹۳۳ء کو بجنور (یوپی) انڈیا میں پیدا ہوئے۔آپ کی ابتدائی تعلیم کا آغاز قاضی محلّہ پرائمری اسکول سے ہوا، اس کے بعد گورنمنٹ ہائی اسکول بجنور سے ۱۹۴۷ء میں میٹرک، ۱۹۴۹ء میں میرٹھ کالج سے انٹرمیڈیٹ اور ۱۹۵۴ء میں میرٹھ کالج ہی سے بی۔اے کیا۔

۱۹۵۶ء میں آپ پاکستان آ گئے، یہاں پر آ کے آپ نے جامعہ سندھ سے ۱۹۶۰ء میں ایم۔اے کیا۔ جامعہ سندھ سے ہی ۱۹۶۹ء میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کی زیر نگرانی پی۔ایچ۔ڈی کی، اُن کے تحقیقی مقالہ کا عنوان تھا (دبستانِ دہلی کی نثر)۔آپ نے لکھنے کا آغاز طالب علمی کے زمانہ ہی سے کر دیا تھا۔ ۱۹۵۱ء میں میرٹھ کے ادبی رسالہ (معیار) میں بحیثیت مدیر خدمات انجام دیں، آپ اس رسالہ سے ۱۹۵۶ء تک وابستہ رہے۔(۱۵)

آپ نے تدریسی خدمات مختلف اداروں میں انجام دیں جن میں اورینٹل کالج سکھر، غزالی کالج حیدرآباد اور اس کے بعد جامعہ سندھ کے شعبہ اردو میں آپ کی خدمات لائق ستائش ہیں۔آپ نے جامعہ سندھ سے ۱۹۷۳ء میں سندھی زبان اور ۱۹۸۳ء میں ترکی زبان کے کورسز بھی کیے (۱۶)۔آپ نے علمی اور تحقیقی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، آپ نے جامعہ کے رسالہ (تحقیق) کے اجراء کے لیے ناقابل فراموش خدمات سرانجام دیں۔ڈاکٹر نجم الاسلام کی تمام علمی و تحقیقی کاوشوں کو اس مقالہ میں درج کرنا ناممکن ہے اس لیے صرف اُن کی اہم اہم تصانیف و خدمات کا ذکر پیش ہے۔ڈاکٹر نجم الاسلام کا تحقیقی دورانیہ کم و پیش ۴۰ رسال بنتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر نجم الاسلام کی زیر نگرانی اردو میں معیاری تحقیق کی رفتار میں عمدہ اضافہ ہوا جن طلبا نے آپ کی زیر نگرانی پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی ان میں (1) ظفر اقبال، ''اردو میں تاریخ نویسی''، ۱۹۸۳ء، (2) نسیم آرا سعید، ''اردو میں صرفی ونحوی تغیرات''، ۱۹۸۶ء، (3) اعجاز حسین، ''اردو افسانے میں علامت نگاری''، ۱۹۸۶ء، (4) امین فاروق، ''سندھ میں اردو کی ادبی صحافت''، ۱۹۸۷ء، (5) رحیم بخش، ''مکاتیب اقبال کا تنقیدی جائزہ''، ۱۹۸۸ء، (6) خواجہ عبدالغنی، ''علامہ محمد انور شاہ کشمیری ان کے متوسلین اور تلامذہ کی خدمات زبان اردو''، ۱۹۹۱ء، (7) فدا حسین، ''نواب محبت خان احوال و آثار''، ۱۹۹۲ء، (8) آنسہ شوکت چغتائی، ''اردو لغت کے جدید رجحانات''، ۱۹۹۳ء۔ محمد یوسف خشک، ''اردو سندھی کے ادبی روابط''، ۲۰۰۱۔ (ڈاکٹر نجم الاسلام کے انتقال کے بعد راہ نمائی کے فرائض ڈاکٹر سردار احمد خان نے نبھائے) شامل ہیں۔ اس کے علاوہ جن طلبہ نے آپ کے زیر نگرانی ایم فل کی سند حاصل کی ان میں (1) حافظ ریاض احمد، ''مولانا حبیب الرحمان خان شیروانی احاول و آثار''، ۱۹۸۰ء، (2) کین ساکو ماميا، ''اردو سندھی کے ارکان تہجی کا تقابلی جائزہ انگریزی دخیل الفاظ کے نقطہ نظر سے''، ۱۹۹۳ء، (3) سید جاوید اقبال، ''اردو میں تبصرہ نگاری آغاز و ارتقاء، ۱۹۹۵ء (4) عدنان محمود صدیقی، ''مرزا فرحت اللہ بیگ شخصیت وفن''، ۱۹۹۸ء (5) ظفر حسن ظفر، ''برصغیر کے مسلمانوں کا جداگانہ تشخص اور اقبال ایک تنقیدی مطالعہ''، ۲۰۰۱۔ (6) وغیرہ شامل ہیں۔

جامعہ سندھ میں آپ کی خدمات کو دیکھتے ہوئے رٹائرمنٹ کے بعد بھی آپ کو بطور وزیٹنگ پروفیسر بحال رکھا گیا۔ آپ ۳۰/جون ۱۹۹۳ء میں رٹائر ہوئے۔ آپ کو ۱۹۸۶ء میں نقوش ایوارڈ سے بھی نوازہ گیا۔ آپ 13 فروری ۲۰۰۱ میں اس فانی دنیا سے انتقال کر گئے۔

ڈاکٹر نجم الاسلام کی مقبول تصانیف میں: 1۔ نقش ونغمہ۔ س۔ ن، 2۔ دین وادب ۱۹۸۹ء (مدون تحقیقی مقالات)، 3۔ مطالعات ۱۹۹۰ء، یہ کتاب آپ کے بارہ علمی وادبی مضامین کا مجموعہ ہے، جو اردو اور فارسی زبان وادب کی تحقیق سے تعلق رکھتے ہیں (۱۷)۔ 4۔ محسنِ انسانیت ۱۹۷۱ء، 5۔ فکر لطیف ۱۹۷۹ء، 6۔ ابیات سندھی ۱۹۸۱ء (تراجم)، 7۔ ابیات شاہ کریم ۱۹۸۷ء (تراجم)، 8۔ دو آہنگ ۱۹۹۰ء، اس کتاب میں تین سو فارسی شعراء کے فارسی اشعار کا منظوم ترجمہ شامل ہے، جسے ادارے اردو حیدرآباد نے ۱۹۹۰ء میں شایع کیا۔

تحقیقی مقالات، مضامین میں 1۔ بھوپال کے قصیدہ گو شعراء (شمارہ نمبر 2-1) ۱۹۶۸ء، 2۔ دکھنی اردو میں مدحیہ شاعری (ابتدائی دوَر) شمارہ نمبر 3، ۱۹۶۷ء، 3۔ اردو لغت کے مطالعے، ۱۹۷۸ء، یہ مقالات (صریر خامہ) حیدرآباد، شعبہ اردو جامعہ سندھ میں شایع ہو چکے ہیں۔ 4۔ معارف اقبال رسالہ (نقوش) لاہور شمارہ 121، جون ۱۹۷۷ء 5۔ صورت بہار کی راگ مالا (نئ قدریں) حیدآباد، شمارہ 12-11، ۱۹۷۸ء، 6۔ نواب شمس الدین خاں اور ولیم فریز ر، (نئ قدریں) شمارہ 12 - 11، ۱۹۷۹ء 7۔ قدیم اردو کے چند نوادر،

مجلّہ (تحقیق) شمارہ۸-۱۶،۹۵-۱۹۹۴ء، 8۔مہندس کی ایک غیر مطبوعہ مثنوی، 9۔بیاض دولت رائے سندھی، 10۔شاہ عالم ثانی کی نثر، 11۔ دیوان غمگین کس غمگین کا ہے، 12۔ اقبال کا ایک مکتوب اور اس کا ماخذ، 13۔دیوان غمگین کے تعاقب میں، 14۔ رسالہ تنقید بر کلام شہید کا مصنف کون ہے؟، 15۔کیا فارسی قصہ چہار درویش امیر خسرو کی تصنیف ہے حافظ محمود شیرانی، 16۔ادب اور تنقید کا تعمیر پسند رویہ (مضمون) رسالہ (معیار) میرٹھ (2)،۱۹۹۵ء، 17۔روایتی شاعری کے باقیات الصالحات، ماہ نامہ (معیار) میرٹھ،۱۹۵۱ء، 18۔ ابوالمجاہد زاہد کا سیاسی تفکر، اس کی غزلوں میں، (معیار) میرٹھ، اگست ۱۹۵۱ء، 19۔حفیظ میرٹھی ایک تعمیر پسند غزل گو، (معیار) میرٹھ، جنوری ۱۹۵۵ء، 20۔ہیمنگ وے، (معیار) میرٹھ، ۱۹۵۵ء، 21۔اصغر علی عابدی ایک تعمیر پسند قلمکار، (معیار) میرٹھ، مئی ۱۹۵۵ء، 22۔تخلیقی تفکر، (معیار) میرٹھ، ستمبر ۱۹۵۵ء، 23۔ادب اور تنقید کا تعمیر پسند رویہ، (معیار) میرٹھ، ۱۹۹۵ء طبع 2، 24۔اردو شاعری میں آزاد اسلامی ریاست کا تصور، رسالہ (چراغ راہ) کراچی، ۱۹۶۱ء، 25۔مہندب اور ادب، مجلّہ (خیابان) پشاور شعبہ اردو پشاور یونیورسٹی، ۱۹۸۳ء، 26۔ پاکستانی ادب کے تقاضے، رسالہ (نئی قدریں) حیدرآباد شمارہ-۹، ۱۹۸۵ء، 27۔ادب میں اسلامی اقدار، رسالہ (نئی قدریں) حیدرآباد شمارہ 10، ۱۹۸۳ء، 28۔منظر جان (اختر انصاری اکبرآبادی کا شعری مجموعہ) شمارہ 3-2 (نئی قدریں)، ۱۹۸۵ء، 29۔شبلی فن سیرت نگاری کے آئینے میں، رسالہ (نئی قدریں) شمارہ ۱۲-۱۱، ۱۹۸۵ء، 30۔اقبال ایک شاعر، ایک مطالعہ، رسالہ (رسالہ) حیدآباد، ۱۹۸۵ء، 31۔ ہمارا قدیم طرز تحقیق، مجلّہ (تحقیق) شمارہ 1، سندھ یونیورسٹی، ۱۹۸۷ء، 32۔اردو ادب کی تاریخیں، مشمولہ کتاب (اردو ادب کی تاریخیں نظری مباحث، مرتبہ: سلمان احمد، قصر الادب، ۱۹۹۹ء وغیرہ شامل ہیں۔

پروفیسر رابعہ اقبال

پروفیسر رابعہ اقبال ۱۹۳۵ء میں پیدا ہوئیں، ۱۹۶۲ء میں انہوں نے جامعہ سندھ سے ایم۔اے اردو کیا۔ ۱۹۷۰ء میں جامعہ سندھ سے بطور لیکچرر منسلک ہوئیں، پروفیسر صاحبہ اپنی غیر معمولی قابلیت واہلیت کی بنا پر پروفیسر کے عہدے تک پہنچیں اور شعبہ اردو کی چیئر پرسن کے حیثیت سے خدمات بھی انجام دیں آپ نے علمی وادبی خدمات میں بھرپور حصہ لیا۔

پروفیسر رابعہ صاحبہ نے جامعہ سندھ کے شعبہ اردو میں بہت سے قابل اساتذہ کرام کے ساتھ ادبی خدمات انجام دیں، آپ شعبہ اردو کے تحقیقی مجلّہ (تحقیق) کی مجلس مشاورت میں شامل رہیں اور کافی عرصہ تک اس سے جڑی رہیں، شعبہ اردو کے ایک اور رسالہ (صریر خامہ) میں معاون کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں۔آپ تحقیقی کام کے ساتھ تنقیدی خدمات بھی انجام دیتی رہیں اور شعبہ میں آپ ایک علمی وادبی شخصیت کے حیثیت رکھتی

ہیں۔ آپ کو خواتین کے علمی و ادبی خدمات کے جائزے سے متعلق تمام موضوعات سے خاصی دلچسپی رہی۔ آپ کے مقالات کا ایک مجموعہ (اردو ادب اور طبقۂ نسواں) کے مضامین شایع ہو چکے ہیں۔

پروفیسر رابعہ اقبال کے تحقیقی مضامینمیں: 1۔ اصلاح نسواں سے متعلق اردو قصے، 2۔ رسالہ عصمت کا پاکستانی دور، یہ دونوں مقالات آپ کے مجموعہ (اردو ادب اور طبقۂ نسواں) میں شایع ہوئے، ۱۹۹۰ء، 3۔ واجد علی شاہ اختر کی مثنوی دریائے تعشق، رسالہ اردو کراچی، ۱۹۹۱ء، 4۔ نشاط کی بکٹ کہانی اور طالب کا تیرہ ماسہ، مجلّہ تحقیق، جامشورو سندھ یونیورسٹی (6) ۱۹۹۲ء، آپ کی اس تحریر میں بارہ ماسہ اور اس کے ارتقاء پر راشنی ڈالی ہے، اور بارہ ماسہ اور تیرہ ماسہ کے فرق کو واضع کیا ہے، اور بکٹ کہانی کو بارہ ماسہ کا کامیاب نمونہ قرار دیا ہے، ساتھ ہی طالب کے تیرہ ماسہ کی ادبی اہمیت و انفرادیت کو اجاگر کیا ہے۔ (۱۸)

اس تحریر کو سمیٹتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ ان اساتذہ کرام کی ادبی تخلیقات اور ان سے علمی فیض حاصل کرنے والے طلبہ کے ذریعے ان کی ذات ہمیشہ زندہ و جاوید ہوگئی، انہوں نے علم کا نور دوسرے نسل میں منتقل کر کے اپنے فرائض منصبی تو نبھائے اور ساتھ ہی رہنمائی کے لیے قیمتی سرمایہ بھی چھوڑا، جس کی اہمیت اور افادیت ناقابل فراموش ہے، اس جملے کی ترجمانی احمد ندیم قاسمی کا یہ شعر بڑی خوبی سے کرتا ہے۔

”کون کہتا ہے موت آئی تو مر جاؤں گا
میں تو دریا ہوں سمندر میں اتر جاؤں گا“

جامعہ سندھ کے ان اساتذہ کی کاوشوں کو اس مضمون میں شامل کرنے کا مقصد یہی ہے کہ ان اساتذہ کرام کی تخلیقی خدمات ادب میں ارفع و اعلیٰ مقام رکھتی ہیں باوجود اس کے اس جامعہ کا قیام پاکستان بننے سے چند ماہ پہلے ہوا، ان مشکل و کٹھن مراحل میں ایک ادارے کو مظبوط و مربوط کرنے کے ساتھ معیاری ادبی کتب فراہم کرنا دشوار ترین مرحلہ تھا، جسے یہاں کے ذہین و قابل اساتذہ نے محنت و جانفشانی سے انجام دیا جس سے ایک طرف تو اردو زبان و ادب کو باقاعدہ تقویت فراہم ہوئی اور دوسری طرف اس عمل نے جامعہ سندھ کو بہترین علمی و ادبی اداروں کی صف میں کھڑا کیا۔

حوالہ جات

۱۔ محمد اقبال جاوید پروفیسر، ''نقش ادب''، ضیائے ادب، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۲۸۷

۲۔ انور سدید، ڈاکٹر، ''اردو ادب کی مختصر تاریخ''، عزیز بک ڈپو، لاہور، ۲۰۰۶، ص ۲۳۶

۳۔ انور سدید، ڈاکٹر، ''اردو ادب کی تحریکیں''، انجمن ترقی اردو پاکستان، اشاعت ششم، ۲۰۰۷ء، ص ۲۸۸

۴۔ محمد رضا کاظمی، ڈاکٹر، ''تہذیب وتخلیق''، پاکستان اسٹیڈی سینٹر جامعہ، کراچی، مئی ۲۰۰۸ء، ص ۱۲۰

۵۔ احمد حسین صدیقی، ''دبستانوں کا دبستان''، حصہ اول، محمد حسین اکیڈمی، کراچی، ۲۰۰۳ء، ص ۳۳۱

۶۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، مجلّہ تحقیق، شعبہ اردو جامعہ، سندھ، شمارہ نمبر ۵، ۱۹۹۱ء، ص ۵۰، ۵۱

۷۔ احمد حسین صدیقی، ''دبستانوں کا دبستان''، حصہ اول، ص ۳۳۳

۸۔ www.wikipedia.org/wki/Nabi-Buksh-Khan-Baloch/8/2016,10:15PM

۹۔ محمد راشد شیخ، ڈاکٹر، ''نبی بخش: شخصیت وفن''، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۰۷ء، ص ۶۵، ۶۶

۱۰۔ نبی بخش، ڈاکٹر، مجلّہ تحقیق، شعبہ اردو جامعہ سندھ، شمارہ نمبر ۱۲، ۱۳، ۲۰۰۰ء، ص ۴۲

۱۱۔ ایضاً، ص ۴۰

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۶۴، ۱۶۵

۱۳۔ ایضاً، ص ۴۰۴

۱۴۔ ایضاً، ص ۴۰۵

۱۵۔ مختیارالدین احمد، ڈاکٹر، ماہ نامہ 'قومی زبان'، شمارہ نمبر ۵، جلد ۷۳، مئی ۲۰۰۱، ص ۵

۱۶۔ رفیق احمد، پروفیسر، ماہ نامہ قومی زبان، شمارہ نمبر ۹، ستمبر ۲۰۰۸ء، ص ۵۴

۱۷۔ مختیارالدین احمد، ڈاکٹر، ماہ نامہ 'قومی زبان'، ص ۶

۱۸۔ رابعہ اقبال، پروفیسر، مجلّہ تحقیق، شعبہ اردو جامعہ سندھ، شمارہ نمبر ۶، ۱۹۹۲ء، ص ۱۹۷